علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

مبین عنایت، اسکالر پی ایچ ڈی اردو، نمل اسلام آباد

اکیسویں صدی کے اردو افسانوں میں عائلی مسائل کا تجزیاتی مطالعہ

An anaylytical study of the issues of domestic life Om 21st century Urdu short stories

Mobeen Anayat, ScholarPhD Urdu, NUML Islamabad.

ABSTRACT

This abstract examines the representation of family Urdu fiction, highlighting how these literary works reflect the complexities of familial relationships and societal norms. Through the portrayal of diverse characters and social settings, Pakistani Urdu fiction offers profound insights into family structures, gender roles, and intergenerational dynamics. The stories often explore themes such as love, sacrifice, conflict, and the delicate balance between tradition and modernity within family units. In these narratives, the family emerges not only as a space of emotional support but also as a site of tension, where individual desires frequently clash with societal expectations.

Key Words: Pakistani Urdu Fiction, Family Dynamics, Gender Roles, Tradition and Modernity, Intergenerational Relationships

انسان اس عالمگیر کائنات کا جزلاینفک ہے۔ انسان کا وجود اللہ تعالیٰ نے ایک جرثومے کی شکل دے کر بنایا ہے۔ یہ کلیہ محض انسانوں تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر ذی روح کی افزائش اور ترقی کا دارومدار اس کے زوج کے ساتھ ہی لکھ دیا گیا ہے۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لیے اس نے باقی جانداروں سے ممتاز ہو کر خاندان کی آبادکاری کی شرح اور اجتماعی معاشرے کے لیے راہیں ہموار کی ہیں۔ اسی خاندان کے افراد خانہ کے لیے عیال یا عائل کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ عائلی نظام کے ممتاز قوانین کو عائلی قوانین کا نام دیا جاتا ہے۔ پاکستان کی عائلی زندگی پر بات کرنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لفظ عائل کے معنی سے واقفیت حاصل کی جائے۔ لفظ عائل کی جمع علا[1] ت اور عیال ہے جس کے معنوں میں بیوی، بچے اور دیگر افراد خانہ شامل ہیں۔ جب کہ میاں، بیوی، اولاد اور بچے سے متعلق احکام عائلی قوانین کے زمرے میں آتے ہیں۔ "القاموس الوحید" جلد اول میں وحید الزماں لکھتے ہیں:

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"العائلہ، گھرانہ، کنبہ، خاندان، فیملی(وہ افراد جو ایک گھر میں ایک ساتھ رہتے ہوں۔ جیسے
ماں، باپ، اولاد اور ان کے قریبی رشتہ دار)۔۔۔ العائلی خاندانی خانگی ازدواجی "(1)

عائلہ، خاندان، کنبے یا فیملی کی داغ بیل ایک عورت اور مرد کے درمیان ایک ایسے تعلق سے پڑتی ہے جس میں طوالت اور تناسل بذریعہ ترویج ہو کر خاندان کی افزائش کا باعث بنیں۔ خاندان کنبے اور فیملی ایک معاشرے کے اجتماع کے ذریعے وجود میں آتے ہیں۔ معاشرہ چونکہ اجتماعیت کا متقاضی ہے اس لیے بعض قوانین وضع کر کے اجتماع کو قائم رکھا جاتا ہے۔ وارث سرہندی علمی اردو لغت میں "عائل" کے ضمن میں لکھتے ہیں "عائلی زندگی سے متعلق بیاہ شادی سے متعلق۔"(2) مولوی نورالحسن عیال کے حوالے سے رقمطراز ہیں "عیال زن، فرزند، بال بچے، متعلقین۔"(3)

عائلی زندگی اور پاکستانی اردو افسانہ کے موضوعات آپس میں گہرے جڑے ہوئے ہیں۔ عائلی زندگی کی عکاسی افسانوں میں اس طرح کی گئی ہے کہ یہ نہ صرف ثقافتی، تہذیبی اور سماجی حقیقتوں کی نمائندگی کرتی ہے بلکہ ان کے تنازعات اور پیچیدگیوں کو بھی اجاگر کرتی ہے۔ پاکستانی اردو افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں میں عائلی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اپنی اپنی تخلیقات میں شامل کیا ہے۔ جیسے محبت، شادی بیاہ، لڑائی جھگڑا، بچوں کی پرورش اور خاندان کے افراد کا اخلاقی اور سماجی دباؤ۔ پاکستانی اردو افسانہ نگار عائلی زندگی کو اپنے افسانوں کا مرکزی موضوع بناتے ہیں۔ ان افسانوں میں خاندانی روابط، شادی کے بعد کی ذمہ داریاں، بیوی اور شوہر کے درمیان تعلقات اور بچوں کی تربیت کو مختلف زاویوں سے بیان کیا جاتا ہے۔ افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں میں اس بات کو بھی اجاگر کیا ہے کہ کس طرح معاشرتی توقعات، ذاتی خواہشات اور روایات کے درمیان توازن قائم کرنا مشکل ہوتا ہے۔ پاکستانی اردو افسانہ نگاروں میں زاہدہ حنا، طاہرہ اقبال، خالدہ حسین اور احمد ندیم قاسمی شامل ہیں۔ ان کی تخلیقات میں عائلی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اور عائلی مسائل کو بڑی چابکدستی سے پیش کیا گیا ہے۔

عصمت چغتائی کے افسانوں میں عائلی زندگی کی عورت جدوجہد اور مشکلات میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ عصمت چغتائی کا افسانہ "ایک شوہر کی خاطر" میں ازدواجی زندگی کی حقیقت کو دکھایا گیا ہے۔ جہاں ایک عورت اپنے شوہر سے جذباتی طور پر لاتعلقی اور ذہنی دباؤ کو محسوس کرتی ہے۔ اس ازدواجی زندگی میں احساسات اور ان کہی باتیں موجود ہوتی ہیں۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"شادی کو چار برس ہو گئے اور ان چار برسوں میں پانچ بچے۔۔۔ وہ بہت غم زدہ ہو گئی۔ کیونکہ کوئی دن
ایسا نہیں گزرا جس دن شوہر نے مارا نہ ہو۔ مگر زندگی اپنے بچوں کی خاطر گزار رہی ہوں۔"(4)

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ
ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ازواجی زندگی میں عورت خود مختاری کے نام پر مرد سے علیحدہ نہیں ہونا چاہتی اور نہ ہی کھل کر مردوں کے خلاف اپنی برتری ثابت کرنا چاہتی ہے۔ عورت جانتی ہے کہ اس کا وجوس مرد کے بغیر بنجر کھیتی کی طرح ہے۔ عورت اپنے گھر کے لیے اور مرد کے لیے اپنے جذبے اور تن من وار دیتی ہے اسی طرح ان کے افسانہ "بھول بھولیاں" میں عائلی زندگی کے مسائل، خواتین کی مردانہ شناخت اور عائلی زندگی کے مسائل کی بات کی گئی ہے۔ عصمت چغتائی نے اپنے افسانوں میں عورت کی معاشرتی اور عائلی زندگی کے دباؤ کی شکار عورت کی عکاسی کی ہے کہ عورت شادی کے بعد مختلف ذمہ داریوں میں باندھ دی جاتی ہے اور آزادانہ تشخص سے محروم ہو جاتی ہے:

"کون۔ ضمیر۔ تمہارا شوہر ہے۔ توبہ توبہ۔۔۔ اللہ کی قسم ایسے مارتا ہے جیسے ٹینس کھیل رہا ہے۔ حالانکہ میں توروفی کے سوا کسی سے شادی کے لیے تیار نہیں تھی"(5)

عصمت چغتائی نے "بھول بھولیاں میں ایسے معاشرے کی عکاسی کی ہے زبردستی کر دینے والی شادیاں اکثر ناچاکی کا باعث بنتی ہے عصمت چغتائی کے مطابق اس طرح کے مسائل کے ذمہ دار پورے گھر والے ہوتے ہیں۔ اس طرح منٹو بھی اپنے افسانوں میں عورت کے آزادانہ تشخص اور عائلی زندگی کو حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کرتا ہے۔ ان کے افسانوں میں نہ صرف شادی کے بعد کے تعلقات کی عکاسی کی گئی ہے بلکہ بیوفائی، جنسی تعلقات اور معاشرتی دباؤ کے موضوعات کو بھی کھل کر بیان کیا گیا ہے۔ اس کی عکاسی افسانہ "کروٹ" میں ملتی ہے۔ اس افسانہ میں شوہر اور بیوی کے تعلقات کی پیچیدگیوں کی عکاسی کی گئی ہے۔ شوہر اور بیوی جو معاشرتی روایات اور خاندان کی توقعات میں جکڑے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے دونوں کے درمیان کشیدگی اور فاصلہ بڑھتا جاتا ہے۔ دونوں میاں بیوی اکھٹے رہنے کے باوجود بھی ایک دوسرے کے ساتھ اجنبیوں جیسا رویہ اختیار کیے ہوئے ہوتے ہیں:

"ایک پل مجھے چین نہیں لینے دیا جاتا۔۔ کیا بگاڑا ہے میں نے تم لوگوں کا۔۔ بتاؤ بتاتے کیوں نہیں؟ بڑے بھولے اور بڑے شریف بنتے ہو۔ پر یہ سارے کانٹے تمہارے ہی بوئے ہوئے ہیں۔۔۔ جذبات کی شدت کے باعث رو دیتی ہے اور تیز قدموں سے باہر چلی جاتی ہے۔ دروازہ زور سے بند ہوتا ہے"(6)

جدید معاشرے کے اندر مرد ہمیشہ حکمران سمجھتے ہوئے عورت کو غلام رکھنا چاہتا ہے عورت کی ذہنی اور نفسیاتی صورتحال کو سمجھنے کے بجائے اس کے جذبات کا قتل کر دیا جاتا ہے۔ افسانہ "کسی سے نہ کہنا" میں منٹو نے عائلی زندگی کی بے چینیوں کو اجاگر کیا ہے۔ افسانے میں ایک عورت مختلف حقیقتوں اور خواہشات میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ کہ ایک عورت شادی کے بعد اپنی تمام توقعات شادی سے وابستہ کر لیتی ہے۔ لیکن مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے اور شوہر کی ملازمت نہ کرنے کی وجہ سے ان کے حالات دن

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

بدن ابتر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ جس میں وہ اپنی تمام خواہشات کو پورا نہیں کر پاتی اور ذہنی دباؤ کا شکار نظر آتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں بھی عائلی زندگی کا موضوع نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن ان کا انداز دوسرے افسانہ نگاروں سے مختلف تھا۔ انہوں نے زیادہ تر سماجی اور خاندانی زمہ داریوں کو اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مشکلات کو اپنے افسانوں کا حصہ بنایا ہے۔ اس کی عکاسی انہوں نے اپنے افسانے "گلابوں کا جنازہ" میں کی ہے۔ اس افسانے کی مرکزی کردار کی عائلی زندگی کے تعلقات میں پیچیدگیاں نظر آتی ہیں۔ بیوی اپنے شوہر سے نہایت محبت کرتی ہے اور اس کی وفادار ہوتی ہے۔ وہ اپنا سب کچھ شوہر کے لیے وقف کرتی ہے۔ لیکن شوہر اس کی وفا اور محبت کی قدر نہیں کرتا۔ خالدہ حسین کے افسانوں میں موجود عورت خارجیت سے زیادہ باطنیت پرست نظر آتی ہے۔ جو اپنی اندر کی دنیا سے واقف رہنا چاہتی ہے۔ خالدہ حسین کا افسانہ "الاؤ" کا مرکزی کردار سلیمہ ہے۔ جس کو اس کا شوہر چھوڑ دیتا ہے اس کو اپنی زندگی بے مقصد نظر آتی ہے۔ شوہر کے بغیر عورت کھیلنا، ہنسنا اور جینا چھوڑ کر خود کو دنیا کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی ہے:

> "بھائی تم لوگ کیسے مزے سے بیٹھی باتیں بنا رہی ہو۔ اس لیے کہ تمہارا گھر ہے شوہر ہے بچے ہیں۔ مگر، مجھے دیکھو مجھے اپنی تمام خوبصورتی کے باوجود ایک تنہا اجاڑ کمرے میں تصویروں کے درمیان وقت گزارنا ہے وقت کو مارنا ہے زندگی کو مارنا ہے۔ قتل کرنا ہے"(7)

اکیسویں صدی میں عورتیں اپنی زندگی کا مکمل وجود مرد کے ساتھ سمجھتی ہیں اگر شوہر سے علیحدہ ہو جائیں تو ان کے وجود اور ذات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہی کچھ افسانہ نگار نے اس افسانے میں دکھایا ہے۔ پاکستانی معاشرے میں شادی کے معاملات والدین کی مرضی سے طے پاتے ہیں۔ جو بعد میں عموماً ناچاکی اور بے سکونی کا باعث بنتے ہیں۔ اس افسانے کا مرکزی کردار "امتل" کا ہے۔ جس طرح پاکستانی معاشرے میں لڑکیوں کو شادی کے بعد میکے جانے کی اجازت نہیں دی جاتی، اسی طرح "امتل" کو شادی کے بعد ماں باپ سے ملنے نہیں دیا جاتا۔ اگر عرصہ بعد چلی جائے تو اسے مشکوک نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور شوہر اور بیوی کے درمیان لڑائی جھگڑا ہوتا ہے:

> "یہ نام لال کوٹھی کبھی اس نے امتل کی زبانی سنا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کی ساس اسے واپس گھر لے جانے پر اس شرط پر راضی ہوئی تھی کہ وہ کبھی لال کوٹھی نہ جائے گئی اور نہ جانے کی ضد کرے گی۔ اس کے شوہر نے گلے کی گلیں پھیلا پھیلا کر اور چھوٹی چھوٹی آنکھیں نکال گھوما کر یہی کہا تھا کہ اگر لعل کوٹھی کا ذکر اس کی زبان پر آیا تو وہ چھری سے اس کی زبان کاٹ دے گا"(8)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

جدید معاشرے میں بعض مرد عورت کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ شادی کے بعد وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے عورت کو خرید لیا ہے اور اب وہ ان کی غلام ہے اور بیوی کی حیثیت ایک شے سے زیادہ نہیں ہے۔ عائلی زندگی کے مسائل کے حوالے سے اکیسویں صدی کے اردو افسانہ نگاروں کے نام اہم ہیں۔ اکیسویں صدی کے افسانہ نگاروں میں تمثیلی انداز کو اس طرح برتا ہے کہ مختلف سماجی اور نفسیاتی مسائل کے ذریعے انہوں نے اپنی تحریروں میں عائلی زندگی کے مسائل کی عکاسی کی ہے۔ دنیا کے کسی بھی زبان کے ادب کو اٹھا کر دیکھیں تو عورت ہمیشہ سے ہی موضوع رہی ہے۔ افسانہ، ناول، داستان کوئی کہانی اس کے بغیر مکمل نہیں ہے۔ داستان کا زمانہ تھا تو عورت شہزادی، دیوی، کنیز اور پری ہوتی تھی۔ اس کے باوجود ہندوستانی عورت بہن، ماں اور بیٹی کی صورت میں زیادہ بہتر دکھائی دیتی ہے۔ عورت کی فطرت کے مختلف پہلوؤں، کردار کے خدوخال، عورت کے بارے میں توہمات اور مخصوص تصورات جاری وساری رہتے ہیں۔

اکیسویں صدی کے افسانہ نگاروں نے عورتوں کے حق میں آواز بلند کرنے کے لیے اہم کردار ادا کیا ہے اور اپنی تحریروں میں کچی عمر کے خوابوں، گھریلو ماحول کی عکاسی اور خانگی زندگی کے مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ ان میں ایک اہم نام "زاہدہ حنا" کا ہے۔ زاہدہ حنا کی کہانیوں میں عورتوں کا باطنی کرب، ذہنی کیفیات، صنف نازک کا احساس، انسانی رویے، جبر واستصال اور عائلی زندگی کے مسائل کی عکاسی کرتے ہیں۔ عورت شادی کے بعد بہت ساری ذمہ داریوں میں جکڑ دی جاتی ہے۔ وہ اپنے خاوند اور بچوں کے ساتھ ساتھ گھر کے دیگر افراد کی ذمہ داری کو پورا کرنے کی بھی پابند ہوتی ہے۔ زاہدہ حنا کے افسانے بھی گھریلو ماحول، جانے پہچانے کردار، فنکارانہ برتاؤ، سرمایہ داری نظام کے سبب زندگی کے وسیع تناظر میں سوالیہ نشان بن کر رہ جاتے ہیں۔ زاہدہ حنا اپنے افسانوں میں غریب گھرانے کی لڑکیوں کی شادی کے مسئلے کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ غریب طبقے کی عورت بمشکل اپنا گزارا کرتی ہے۔ زاہدہ حنا کے افسانوں میں سماجی اور نفسیاتی مسائل کے تناظر میں عائلی زندگی کی بھرپور عکاسی کی ہے۔

زاہدہ حنا نے روزمرہ زندگی میں پیچیدہ مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ وہ اپنے موضوعات عام زندگی سے چنتی ہیں۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں عائلی زندگی میں مختلف مسائل کی شکار خواتین کی عکاسی کی ہے۔ خواتین تعلیمی شعور کے باعث جبر واستحصال میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ زاہدہ حنا کا افسانہ "سیاہ سونا" ایک شاہکار افسانہ ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار ایک ایسی عورت کا ہے جو تعلیمی شعور کی کمی کے باعث اپنے مسائل کا حل پیروں کے پاس تلاش کرتی ہے۔ ہمارے معاشرے کے اندر پیری مریدی ایک اہم مسئلہ ہے۔ معاشرے کے اندر پیروں پر اندھا یقین کرنا عورتوں نے اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار جو ظاہری طور پر غربت کے مسائل کا شکار ہے وہ سہانے خواب لے کر شادی کر لیتی ہے۔ آہستہ آہستہ اس پر زندگی کی حقیقتیں آشکار ہونے لگتی ہیں۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

وہ آئے روز زندگی کی تگ ودو کو بہتر کرتی نظر آتی ہے۔ لیکن حالات اور معاشرہ اس کی راہ میں آڑے آجاتا ہے۔ اس کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنی بے بسی کے آگے ہتھیار ڈال دیں۔ اس کا شوہر ایک نالائق شخص ہوتا ہے جو زندگی کی مشکلات سے لڑنے کے لیے اس کی حوصلہ افزائی کرنے کی بجائے اس کو زندگی کے ہر لمحے مایوس کرتا ہے۔ حالانکہ اسے توقع تھی کہ وہ اور اس کا شوہر دونوں مل کر زندگی کے ان مسائل کو شکست دے دیں گئے۔ لیکن حالات سے مجبور ہو کر وہ مسائل کے حل کے لیے پیروں کے پاس جانا شروع کر دیتی ہے۔ مگر یہاں بھی کہانی حقیقت سے مختلف نظر آتی ہے۔ مگر یہاں اسے دنیا کی ایک الگ حقیقت نظر آتی ہے۔ وہ جان جاتی ہے کہ یہاں بھی اس کے مسائل کا حل نہیں ہے۔ یہ افسانہ معاشرے کی بے حسی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ غربت میں کوئی بھی کسی کے کام نہیں آتا ہے۔

افسانے کی مرکزی کردار ایک ایسی عورت ہے جو اپنے گھریلو مسائل کی وجہ سے پریشان رہتی ہے اور اس وجہ سے مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہے اور سوچتی ہے کہ اس کے تمام مسائل کا حل شاید پیروں کے پاس ہے۔ کیونکہ ایک عورت اپنے گھر کو بچانے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتی ہے۔ جب کہ اس کا شوہر سارا دن آوارہ گردی کرتا رہتا ہے۔ وہ دوسری عورتوں کے بازوؤں میں جب چوڑیاں دیکھتا تو اس کو خیال آتا ہے:

> "خدا جانے کہ چوڑیاں کس چیز کی علامت ہیں۔ فہیم نے سوچا اتنی غربت میں بھی ان عورتوں نے اپنے بھاری لباس کہاں سے لیے ہیں۔ ہاں شاہد کوئی مرد جب اپنی بھیڑ بکریاں فروخت کرنے میں کامیاب ہوتا ہو گا تو اپنی عورت کے لیے یہ رنگ دار کپڑے اور چوڑیاں خرید کر لانا ہی اس کی زندگی میں رنگ بھرنے کا سامان ہو گا"(9)

جدید معاشرے میں عورت کو بے رحم اور بے جان چیز کی طرح رکھا جاتا ہے۔ ان تمام کے باوجود بھی بیویاں اپنے شوہر کا بھرم رکھتی ہیں۔ بعض اوقات مجبوری کے طور پر اور بعض اوقات طلاق کے ڈر سے احتجاج نہیں کرتیں۔ زاہدہ حنا نے اپنے افسانے "سیاہ سونا" میں ایک ایسی عورت کی عکاسی کی ہے جو اپنی عائلی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے پیروں کا رخ کر لیتی ہے۔ علم وشعور کی کمی کے باعث خواتین فرسودہ رسم ورواج میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہیں۔

زاہدہ حنا نے عورت کی نفسیات کا گہرا ادراک رکھا ہے اور اپنے افسانوں میں اس کی عکاسی نہایت مہارت سے کی ہے۔ نفسیات، جو انسان کی ذہنی اور دماغی زندگی کو مختلف پہلوؤں سے سمجھنے کا علم ہے، زاہدہ حنا کے افسانوں میں نمایاں طور پر جھلکتی ہے۔ یہ علم انسان کے خیالات، جذبات، احساسات، کردار، اور افعال کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے اور عائلی زندگی کے پیچیدہ پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ ان کے افسانے، خصوصاً "پھر"، ایک ایسی عورت کی نفسیاتی کشمکش کی تصویر پیش کرتے ہیں جو طبقاتی تقسیم اور رسم و

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

رواج کے جال میں جکڑی ہوئی ہے۔ اس کہانی میں عورت کی جدوجہد اور تعلیم نسواں کی اہمیت کا احساس دلایا گیا ہے، جو کسی بھی معاشرتی ترقی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر رشید امجد لکھتے ہیں:

"افسانہ نگار کی کہانی ایک نئی پیچیدگی سے جنم لیتی ہے جس سے کئی پرتیں پیدا ہوتی ہیں۔ بنیادی طور پر ان کا طریقہ کار خارج کے مواد کو ذات کی گہرائیوں میں جا کر ایک نیا روپ عطا کرنے سے عبارت ہے۔ چونکہ وہ ایک کہانی کار ہے اس لیے اس کے اظہار میں الجھاؤ نہیں بلکہ ان کا رواں انداز ہے"(10)

ازدواجی زندگی میں مختلف مواقع آتے ہیں کہ جس میں میاں بیوی کو بچوں سے ہٹ کر بھی اپنے بارے میں سوچنا چاہیے۔ لیکن ان کی گاڑی کا پہیہ صرف پیٹ کی بھوک مٹانے اور ایک عورت کا اپنے بچوں کی تربیت کرنے میں لگ جاتا ہے۔ اور میاں بیوی آپس میں ہر وقت کی ناچاکی اور لڑ جھگڑ کر اپنی زندگی بسر کر دیتے ہیں۔

سیمی درانی کا افسانہ "مثلث" ایک شاہکار افسانہ ہے۔ اس میں ایک ایسی عورت کی کہانی پیش کی گئی ہے جس کے شوہر بچوں کی کفالت کی ذمہ داری نہیں اٹھاتا۔ جس کی وجہ سے بیوی کی ساری زندگی بے سکون ہو کر رہ جاتی ہے۔ افسانے کی مرکزی کردار "سسٹر انجیلا" ہے جس کے ہاں ایک ننھے بچے کی پیدائش ہوتی ہے۔ لیکن اس کا شوہر اس کو بے سہارا اور لاچار حالت میں ہسپتال میں چھوڑ کر فرار ہو جاتا ہے۔ ازدواجی زندگی میں سماجی مسائل بہت زیادہ غالب نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ ہمارے سماج کے اندر مرد اکثر اپنے فرائض سے خود کو بے نیاز کر دیتے ہیں۔ نتیجتاً عورت بطور ماں بچے کی کفالت کی ذمہ داری اپنے سر پر لے لیتی ہے۔

"انجیلا ایک پہاڑ کی مانند دنیا اور بچے کے درمیان کھڑی تھی۔ پہاڑ یکجا مگر اپنی ذات میں یکتا ہوتے ہیں۔ پہاڑ ساکت اور خاموشی سے آسمان اور زمینی تفسیر کی تاب لاتے رہتے ہیں۔ کبھی ٹوٹ کے، کبھی سرک کے اپنے جذبات کی بے زبانی سے اظہار کر دیتے ہیں۔ مگر انسان اپنے ہر جذبے کو شکر اور ناشکری کی شکل میں آواز دے کر اپنی برتری ثابت کرتے رہتے ہیں۔ اور عورت اپنے آنسو اپنے دل کی زمین ڈبوتے ہوئے صبر کی فصل کی کھا جاتی ہے"(11)

سیمی درانی نے عورتوں کی سماجی حیثیت کو بطور خاص موضوع بنایا ہے۔ معاشرے میں عورتوں کے ان مسائل ہر قلم اٹھایا ہے کہ عورت بطور ماں جس کے پاس الجھنوں اور دباؤ کو سہہ لینے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہوتا وہ اولاد کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتی ہے۔ اور بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتی ہے۔

زاہدہ حنا نے عورت کی بے بسی کو اپنے جدید علامتی اسلوب میں اس طرح ڈھالا ہے کہ عورت کا وجود ہمارے سامنے ایک سوالیہ نشان بن کر سامنے آتا ہے۔ زاہدہ حنا کے افسانوں کی عورت اپنی عائلی زندگی کے مسائل میں اس طرح جکڑی ہوئی نظر آتی ہے کہ جانے پہچانے کردار اپنی فنکارانہ تدبیر کے سبب ماورائی فضا میں تبدیل ہو کر زندگی کے تناظر کو وسیع پیمانے پر بیان کرتے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہیں۔

جدید سماج میں عورت کو مختلف رشتوں میں مختلف رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بہن، بیٹی، اور ماں کے روپ میں سماج عام طور پر عورت کے جذبات، احساسات، اور خیالات کی قدر کرتا ہے اور اس کے ساتھ بہتر رویہ اختیار کرتا ہے۔ لیکن جب عورت شادی کے بعد بہو کے درجے پر آتی ہے تو سماجی رویے میں نمایاں تبدیلی آجاتی ہے۔ بہو کے طور پر اسے اکثر استحصال کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور اس کے جذبات واحساسات کی قدر نہیں کی جاتی۔ اس کے ساتھ نہ صرف سرد مہری برتی جاتی ہے بلکہ اخلاقی برتاؤ میں بھی کمی دکھائی دیتی ہے۔ جس طرح ماں باپ کے گھر میں اس کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے، ویسا سلوک سسرال میں نہیں کیا جاتا، جو عورت کے لیے نفسیاتی اور جذباتی طور پر مشکل حالات پیدا کرتا ہے۔

بہن بیٹی، ماں، بیوی اور بہو عورت کا ہر روپ اور ہر کردار بہت خوبصورت ہوتا ہے۔ عورت کہیں قربانیوں میں جکڑی ہوئی ہوتی ہے، کہیں الفت و محبت، کہیں ہمدردی اور کہیں غمگساری کی جیتی جاگتی تصویر نظر آتی ہے۔ لیکن بحیثیت بہو عورت جبر واستحصال اور امتیازی سلوک کا شکار ہے۔ افسانہ "پانیوں پر بہتی پناہ" زاہدہ حنا کا ایک شاہکار افسانہ ہے، جس میں بہو پر ستم کی دلکش نقشہ کشی کی گئی ہے۔ اس افسانے کی مرکزی کردار رحیم چچا کی بیٹی ہے۔ جس کی شادی تو بڑی دھوم دھام سے کی جاتی ہے۔ لیکن شادی کے بعد وہ مشین بن کر رہ جاتی ہے۔ اس کا کام صرف آٹا گوندھنا، ناشتہ بنانا، اور گھر کے تمام افراد کی خدمت کرنا ہی ہے۔ اور گھر تک بہو کو محدود رکھا جاتا ہے۔ اور اس کو کوئی بھی اہمیت نہیں دی جاتی۔ تمام کام کے باوجود بھی اس کو ہر بات پر ٹوکا جاتا ہے جس سے وہ ذہنی کرب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ عورت کا استحصال بحیثیت بہو کی عکاسی زاہدہ حنا یوں کرتی ہے:

> "آج کے دور میں بھی ایک بہو کو پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے۔ کسی قسم کا اختیار اس کو گھر میں نہیں دیا جاتا ہے۔ بلکہ گھر میں بہو کو ایک شئے سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کو گھر میں کسی امور پر اختیار نہیں دیا جاتا ہے۔ ان کی ایک ہی سلمیٰ بیٹی تھی جو چچا نے اپنے سگے بھتیجے کو بیاہی تھی۔ جس نے اسے دان دہیز نہ لینے کی سزا میں جلا کر مار دیا۔ سلمیٰ سوکھی لکڑی کی طرح جل گئی"(12)

زاہدہ حنا نے سماج میں ایسی عورتوں کی نشاندی کی ہے جنہیں ازدواجی زندگی سے متعلق منسلک ہونے کے ساتھ کام پر لگا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ابھی مہندی کا رنگ بھی ان کے ہاتھوں سے نہیں اترا ہوتا۔ ہر طرح کی بے جا ذمہ داری شادی کے بعد ان کے کندھوں پر ڈال دی جاتی ہے۔ اور گھر کے دیگر افراد خود کو اس ذمہ داری سے الگ کر کے پر سکون ہو جاتے ہیں۔

سماج کے حوالے سے دیکھا جائے تو مختلف عورتوں کو مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عورت پر اولاد نہ ہونے کی ذمہ داری عائد کر دی جاتی ہے۔ قصور وار صرف اور صرف عورتوں کو سمجھا جاتا ہے۔ زاہدہ حنا کا افسانہ "منزل ہے کہاں تیری" ایک

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

شاہکار افسانہ ہے۔ جس میں زاہدہ حنا نے سماج کے اندر اولاد کے مسائل کی عکاسی کی ہے۔ افسانے کی مرکزی کردار جس کی شادی تو ہو جاتی ہے۔ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اس عورت کا گھر میں رہنا دشوار ہو جاتا ہے۔

"میں جانتا ہوں تم کس مشکل سفر پر جا رہی ہو۔ بس وہی فیصلہ کرنا جو تمہارا جی چاہے اپنے گھر والوں کی اور میری خوشی کے لیے اپنی خوشیوں کی بھینٹ نہ چڑھا دینا۔ اور ادھر عالیہ دن رات مارے خوف کے تھر تھر کانپتی ہے اور سوچتی ہے کہ اس کا شوہر کس وقت زبردستی آگھسے گا اور زبردستی گھر سے باہر پھینکے گا"(13)

زاہدہ حنا سماج کے ملاپ سے افسانہ بنتی ہیں۔ جسے قاری پڑھنے کے بعد غور و فکر کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ افسانہ "معدوم ابن معدوم" میں ایک ایسی عورت کی عکاسی کی گئی ہے جو ساری زندگی اپنے بچوں اور شوہر کے لیے وقف کر دیتی ہے۔ ابتداء میں میاں بیوی اور اس کا بیٹا بہت ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن اس کا شوہر اس پر اور اس کے بیٹے پر ناحق زبردستی کرتا تھا۔ اور ظلم و جبر کا نشانہ بناتا تھا۔ جب بیٹا جوان ہوا اور ایک عہدے پر فائز ہوا تو اپنے والدین کو چھوڑ کر کراچی بہو کے پاس چلا گیا اور وہ عورت ایک بے جان شئے کی طرح پوری زندگی ایک چوبارے میں گزار دیتی ہے۔ اور اسے صلے میں بھی کچھ نہیں دیا جاتا ہے۔ زاہدہ حنا شعور کی بازیابی اور انسانی نفسیات کی رمز شناسی سے انسانی ذات کے حوالے سے عرفان حاصل کرتی ہے۔ زاہدہ حنا کے افسانوں کی عورت عائلی زندگی کے اندر بے بسی اور احساس کمتری کی شکار نظر آتی ہے۔

مبین مرزا "ایک مکمل کہانی" میں ایک ایسی عورت کی عکاسی کرتے ہے معاشرتی سطح پر اس نوعیت کے واقعات سنگین مسائل کی عکاسی کرتے ہیں جیسے خواتین پر ظلم و تشدد، بدسلوکی اور جہیز کے معاملات۔ مبین مرزا نے جہیز کی کمی کی عکاسی کی ہے ہمارے معاشرے میں شوہروں اور ان کے خاندان کے اوپر دباؤ ہوتا ہے خاص مقدار میں بیوی کو مال و دولت اور اشیاء لانی چاہیے۔ کسی فرد پر مسلسل عائلی تعلقات میں جسمانی یا ذہنی دباؤ ڈالا جائے ایک سنگین مسئلہ اس کا نتائج ہو سکتا ہے ساس اور شوہر کی طرف سے بیوی پر تشدد ایک ایسی حقیقت ہے جیسے عائلی اور سماجی سطح پر سختی سے رد کر دینا چاہیئے۔

"شوہر اور ساس نے زبردستی تیزاب پلا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا انتقال ہو گیا کیونکہ شادی کر کے کوئی جہیز ساتھ نہیں لائی تھی جہیز کی کمی اور میکے کی طرف سے خواہشات نہ ہونے پر تشدد، اولاد نہ ہونا، یہ سب اسی کا قصور مانا جاتا تھا"(14)

طاہرہ اقبال سماج کے ملاپ سے افسانہ بنتی ہیں۔ جسے قاری پڑھنے کے بعد غور و فکر کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ انھوں نے اپنے افسانے "بھوک منور" میں معاش کے مسائل کی عکاسی کی ہے۔ افسانے کی مرکزی کردار ایک ایسی عورت کی ہے جس کی شادی ایک ایسے شخص سے ہو جاتی ہے جو نکما، عیاش پرست اور بے روزگار ہوتا ہے۔ اس

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کی جب شادی ہوتی ہے اس کل یہی خیال ہوتا ہے اس کی بیوی ہی کما کر لائے اور اس کا پیٹ بھرے۔

"ارے صبح کی بھوکی پیاسی پڑی ہوں۔ میرا خیال بھی آیا تجھے تو کھا پی کر آیا ہے نہ۔ جو باتیں بنا رہا ہے۔۔۔ یہ تیرا کام تھا کما کر لاتی اور مجھے بھی کھلاتی سوہنے نے خیمے کا کپڑا خود لپیٹتے ہوئے کہا۔۔ ارے تو مجھے روزی کا وسیلہ بنانا چاہتا ہے، ارے چپ کر جا، میں کہتا ہوں چپ کر جا۔ مرد سے زبان چلاتی ہے "(15)

مبین مرزا نے اپنے افسانے " ابا کا باغیچہ " میں عائلی تعلقات کی پیچیدگیوں اور چیلنجز کی عکاسی کی ہے کہ عائلی تعلقات کو کس طرح مضبوط بنائیں اور عائلی زندگی میں کس طرح ایک دوسروں کے فیصلوں کو مضبوط بنائیں۔ عائلی زندگی کے اندر یہ مسائل تب ابھر کے سامنے آتے ہیں جب خاندان کے اندر ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ گھر کا سربراہ اپنی توقعات مسلط کرنے کی کوشش کرتا ہے:

"شام کو بیوی اور میں روشوپر چہل قدمی کرنے لگے اور بیٹی گھاس پر بھاگے پھرتی۔۔۔ بڑا بیٹا اپنی بیوی کو لے کر گھر سے علیحدہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ہر وقت اپنی گرفت میں رکھنے کی کوشش کرتا رہتا تھا"(16)

مبین مرزا نے "ریت کی دیور" میں حمیدہ کے کردار کے ذریعے ایک سنگین مسلے پر قلم اٹھایا ہے۔ کہ ایک عورت شادی کر کے صرف ایک مرد کے ساتھ آتی ہے۔ لیکن اس عورت پر گھر کی تمام ذمہ داری عائد کر دی جاتی ہے۔ وہ شوہر کے ساتھ ساتھ ساس سسر اور نندوں کی خدمت میں اپنی زندگی واقف کر دیتی ہے۔ حمیدہ کا شوہر پہلی ہی رات اس کو بھاشن دے دیتا ہے گھر کی تمام ذمہ داری تم پر عائد کر دی جاتی ہے میں تم سے اسی وقت تک خوش رہو گا جب تک میری بہنیں اور ماں تم سے خوش ہو گی۔ اور حمیدہ نے اس بات کو پلو سے ایسے باندھا کہ گھر کی تمام ذمہ داری کے ساتھ ساتھ ساس کی خدمت میں مصروف ہو گئی۔

"شوہر حمیدہ اس گھر میں آئی تو ایک آدمی کی دلہن بن کر تھی لیکن کام اس کے ذمے پورے گھر کا تھا شوہر نے بھی سہاگ رات گھونگھٹ اٹھا کے بھاشن دیا، دیکھو، میرے لیے اگر توے پر روٹی ڈال رکھی ہو اور اماں یا بابو جی پکار لیں تو فوراً اٹھ کے چلی جانا۔ یہ مت دیکھنا کہ روٹی جل جائے گئی۔ میں جلی روٹی کھالوں گا لیکن اماں بابو جی کا جی جلتے نہیں دیکھ سکتا"(17)

مشترکہ خاندانی اور عائلی زندگی میں بہت سے مسائل در پیش ہوتے ہے۔ ایک عورت مختلف رشتوں کی ذمہ داری اور گھریلو کاموں میں جکڑ دی جاتی ہیں۔ وہ شوہر کے ساتھ ساتھ ساس، سسر اور نندوں کا بوجھ اپنے ذمہ لے لیتی ہے کیونکہ اگر وہ ایسے نہیں کرتی تو اسے گھر سے نکال جانے کی دھمکی دی جاتی ہے۔ عورت خود کو ازواجی زندگی سے منسلک کرنے کے بعد مجبور اور بے بس ہو جاتی ہے اور چپ چاپ تمام تکالیف برداشت کرتی ہیں۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"نندوں ہی کا نہیں حمیدہ نے تو ساس کا خیال بھی ایسے رکھا جیسے ماں اپنے بچوں کا رکھتی ہے۔۔ پہلے تو ساس کے کارن حمیدہ کو جاگنا پڑتا تھا مگر اب ایک اور بہانہ مل گیا بچہ ذرا سا سیانا ہوا۔ تو اتنے میں دوسری روح نے تیاری پکڑ لی۔۔ ساس کی آنکھیں بند ہونے کے بعد جوان نندوں کا خیال اور جب نندیں اپنے گھر کی ہوئیں تو یہ تیسری اولاد۔۔ ساس کی بیماری، شوہر کا انتظار اور بچوں کی دیکھ بھال"(18)

زاہدہ حنا اپنے افسانوں میں موضوعات عام زندگی سے چنتی ہے وہ بظاہر معمولی نظر آتے ہیں لیکن ان کے اثرات دیر پا ہوتے ہیں۔ افسانہ "نیپنا" میں زینب کے کردار کے ذریعے مشترکہ خاندانی نظام پر قلم اٹھایا ہے۔ ساس جو بہت ارمانوں سے اپنے بیٹے کی شادی بڑی دھوم دھام سے رچاتی ہے لیکن اسے احساس ہوتا ہے کہ اس کی بہو گھر کی مالکن بننا چاہتی ہے تو وہ اس سے نفرت اور حسد کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ اور بلاوکہ لڑائی کرنا شروع کر دیتی کہ اس کا بیٹا سانول کسی طرح زینب کو طلاق دے دیں اور گھر سے باہر نکال دیں۔

"سانول دیکھ رہے ہو۔ اس کی زبان کیسے قینچی کی طرح چل رہی ہے۔۔ سانول کندھے سے اٹھا کر پرے پھینکی۔۔۔ زینب اس ناروا سلوک پر لب واہی کرنا چاہتی تھی لیکن سانول نے اسے موقع ہی نہ دیا۔ اسے بالوں سے گھسیٹا اور گھونسوں اور لاتون کی بارش شروع کر دی۔ وہ اسے یوں پیٹ رہا تھا جیسے فرش کے روڑوں کو درموٹ سے کھوٹ رہا ہو۔۔۔ آج اپنی ماں کی حسرت پوری کر دے اور اس کلموئی کو طلاق دے دیں اوراس کم ذات کے سینے میں ٹھنڈ ڈال دیں"(19)

اکیسویں صدی میں اردو ادب میں عائلی مسائل ایک اہم موضوع ہیں افسانوں میں خاص طور پر یہ مسائل سماجی مسائل ،نفسیاتی، ثقافتی اور اقتصادی تبدیلیوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ معاشرتی اور سماجی حقیقتوں کو سمجھنے میں ان کا مطالعہ مدگار ثابت ہوتا ہے اکیسویں صدی میں ازدواجی تعلقات اور خاندان کے اندر افراد کی نفرت شامل ہیں، اردو افسانوں میں عائلی مسائل نے ایک نیا رخ اختیار کیا ہے۔ اور افسانے نہ صرف عائلی زندگی کے مسائل اور پیچیدگیوں کو اجاگر کرتے ہیں۔ بلکہ ان تمام مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جو معاشرتی تبدیلیوں کی ضرورت اور اہمیت واضع کرتے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ قاضی وحید الزماں، مولانا، القاموس الوحید، جلد اول، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2001ء، ص 1143

2۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت، علمی کتب خانہ، لاہور، 1972ء، ص1004

3۔ نورالحسن منیر کاکوری، مولوی نور اللغات، جلد سوم، جزل پبلی کیشنز ہاؤس، کراچی، س ن، ص 531

4۔ عصمت چغتائی، چوٹیں، افسانہ ایک شوہر کی خاطر، ایجوکیشنل بک ہاوس، 2001ء، ص14

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

5۔ عصمت چغتائی، بھول بھولیاں، مشمولہ، چوٹیں، ایجوکیشنل بک ہاوس، ۲۰۰۱، ص9

6۔ سعادت حسن منٹو، افسانہ، کروٹ، مکتبہ شعر و ادب، لاہور، س ن، ص19

7۔ خالدہ حسین، ڈولی، مشمولہ مصروف عورت، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور1989ء، ص44

8۔ خالدہ حسین، بایاں ہاتھ، مشمولہ، مصروف عورت، ص123

9۔ نیلوفر اقبال، سیاہ سونا، مشمولہ سیاہ سونا، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ص28

10۔ رشید امجد، ڈاکٹر، رویے اور شناجی میں، مقبول اکیڈمی، لاہور، 1998ء، ص103

11۔ سیمی درانی، مثلث، مشمولہ، آنول نال، عکس پبلی کیشنز، ص68

12۔ زاہدہ حنا، پانیوں پر بہتی پنا، مشمولہ، رقص بسمل، ص25

13۔ زاہدہ حنا، منزل ہی کہاں تیری، مشمولہ، رقص بسمل، ص55

14۔ عثمان عالم، ایک مکمل کہانی، مشمولہ، پوسٹ مارٹم، مثال پبلشر، 2010، ص42

15۔ طاہرہ اقبال، بھوک منور، مشمولہ، سنگ بستہ، دوست پبلشر، فیصل آباد، 2017، ص142

16۔ مبین مرزا، ابا کا باغیچہ، مشمولہ، خوف کے آسمان تلے، فکشن ہاوس، لاہور، 2006، ص134

17۔ مبین مرزا، ریت کی دیوار، مشمولہ، خوف کے آسمان تلے، فکشن ہاوس، لاہور، 2006، ص134

18۔ ایضاً، ص28

19۔ طاہرہ اقبال، تپینا، مشمولہ سنگ بستہ، دوست پبلشر، 2010، ص، 131